چیف جسٹس صاحب بہادر ہائیکورٹ پنجاب کا قادیان میں ورود

مورخہ ۱۴- اپریل ۱۹۳۹ء کو بروز جمعہ سر جان ڈگلس ینگ صاحب بہادر چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ قادیان میں تشریف لائے - جماعت احمدیہ کی طرف سے اُنکے استقبال کا شاندار انتظام کیا گیا -

۱۳- اپریل کو انجمن خدام الاحمدیہ کے ممبروں نے زیر نگرانی حضرت صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب سڑک کی درستی اور تزئین کا انتظام کیا تھا - خدام الاحمدیہ کے ممبروں نے اس سلسلہ میں نہایت محنت سے کام سرانجام دیا - آپ کے قیام کا انتظام محلہ دار الانوار میں آنریبل سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی شاندار کوٹھی بیت الظفر میں تھا - آنریبل سر چوہدری صاحب کی طرف سے ان کے بھائی چوہدری اسد اللہ خان صاحب بطور قائم مقام کے موجود تھے - کوٹھی بیت الظفر سے لیکر کوٹھی حضرت میرزا ناصر احمد صاحب تک اڑھائی ہزار کے قریب احباب محلہ وار اپنے اپنے جھنڈے لیکر کھڑے تھے -

نیشنل لیگ کور

نیشنل لیگ کور کے والنٹیئرز مرزا گل محمد صاحب سالار جیش و سید سید احمد صاحب افسر جیش کی زیر نگرانی ڈیڑھ سو کے قریب موجود تھے - کور کے والنٹیئر اچھی عمدہ پگڑیاں باندھے ہوئے اور اپنی وردیوں میں نہایت خوبصورت اور بھلے معلوم ہوتے تھے - اور ان کا نظارہ دیکھنے والوں کے قلب پر خاص اثر کرتا تھا - چنانچہ خود سر جان ڈگلس ینگ بہادر بھی اس منظر کو دیکھکر بہت خوش ہوئے -

صاحب بہادر بوائے سکاوٹ تحریک کے پنجاب میں ہائی کمشنر ہیں - اور اس تحریک کو ہی کامیاب بنانے کے سلسلہ میں آپ پنجاب کے مختلف اضلاع میں دورہ کر رہے ہیں -

آپ کی آمد پر حاضرین نے اَھْلًا وَّ سَھْلًا وَّ مَرْحَبًا کے نعرے لگائے -

بیت الظفر کے اندر

جماعت کی طرف سے ناظر صاحبان مختلف دفاتر کے ہیڈ - مبلغین - اخبار نویس حضرات - معززین جماعت - مختلف حلقوں کے صدر صاحبان - ٹاؤن کمیٹی کے ممبر - فوجی پنشنر صاحبان اپنی وردیوں میں موجود تھے - تحصیلدار صاحب بٹالہ اور انچارج صاحب بٹالہ و انچارج صاحب پولیس چوکی قادیان وغیرہ مقامی افسران بھی موجود تھے - صاحب بہادر نے ان سب حضرات سے مصافحہ کیا - اور بعض سے مختصر سی گفتگو بھی کی -

آخیر میں حافظ محمد شفیع صاحب نے پولیس گارد کی طرف سے بندوقوں اور سنگینوں کی سلامی دلائی - چیف جسٹس صاحب کے ساتھ خواجہ نذیر احمد صاحب سپیشل آفیشل ریسیور بھی تشریف لائے تھے جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے فرزند تھے -

ان تمام ترحیبی کارروائیوں سے فارغ ہو کر صاحب بہادر کوٹھی میں تشریف لے گئے - کوٹھی کے برآمدے میں داخل ہونے کے ساتھ ہی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز مہمان کا کوٹھی کے اندر سے برآمد ہو کر استقبال فرمایا اور پھر کچھ وقت تک مختلف امور پر گفتگو بھی فرمائی - نیز حضور نے اور بعض دیگر معزز اراکین نے آپ کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا -

اس موقعہ پر جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ بھی تشریف لائے ہوئے تھے - صاحب بہادر نے قادیان کے بعض ادارے اور مقامات بھی ملاحظہ فرمائے اور خوش ہوئے پھر دو بجے بعد دوپہر واپس تشریف لے گئے - آپ کی آمد بذریعہ کار ہرچووال کے پل کی طرف سے ہوئی تھی ::

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر چھپ کر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع کی)

حدیثِ غم نمبر ۲

مرثیہ نعمت اللہ خاں شہیدِ کابل

از چودھری نعمت اللہ گوہر بی۔ اے

ذیل کی نظم خاکسار نے ۱۹۲۴ء میں اسوقت لکھی تھی جبکہ امان اللہ خاں مرحوم شاہ کابل کے حکم سے ہمارے ایک عزیز بھائی نعمت اللہ خاں کو سنگسار کیا گیا تھا۔ خاکسار ان دنوں ایم۔ بی۔ ہائی سکول گوجرہ ضلع لائل پور میں ملازم تھا۔ میں نے اُسی وقت یہ نظم دفتر الفضل میں بغرض انطباع ارسال کی تھی۔ مگر کسی وجہ سے یہ نظم شائع نہ ہو سکی۔ اب جو الحکم میں "حدیث غم" ایک نظم حضرت صاحبزادہ عبداللطیف مرحوم کی شہادت کے متعلق چھپی۔ تو مجھے خیال آیا۔ کہ اس سلسلہ کی تکمیل کیلئے نعمت اللہ خاں شہید مرحوم کا مرثیہ بھی چھپ جائے۔ تو یہ عین موقعہ کے مناسب ہوگا ؛

نعمت اللہ خاں جوانِ متقی
سنگ باراں بر سرو چشمانِ او
بسکہ بر کف جانِ خود بنہادہ بود
وائے و عدلِ شاہِ کابل را ببیں
ایں چنیں جور و ستم از بہرِ دیں
چوں فراموش کرد "لا اکراہ" را
کے اماں یابد ستمگر بدشعار
سر کند خونِ شہیداں عاقبت
آنکہ اسمش مالکِ یوم جزا است
مر ضعیفاں را توانا مے کند

شد قتیلِ تیغِ عشقِ سرمدی
نامِ حق وردِ زبانِ آں ولی
سنگہا نزدش گلِ نیلوفری
ایں چنیں کارے کند مردِ غبیؔ　غوثی
کس ندیدہ زیرِ چرخِ چنبری
ایں مسلمانی است یا خود گمرہی
تا بکے ایں فر و ایں زور آوری
داد قرآں از مکافات آگہی
آنکہ نام او عزیز است و قوی
بادشاہاں را نشاند بر زمی

مرحبا اے قومِ مہدی مرحبا
قوم ہائے بے عدو اندر جہاں
ایں چنیں بوداست رسمِ عاشقاں
ایں چنیں ایثار و ایں رسمِ وفا
بعد ازآں ایں سرفروشی ہائے دیں
تو کہ ہستی وارثِ ایں ہر دو قوم
رونق از تو یافت حسنِ بے نقاب
جاہلاں لیکن ز حالت بے خبر
نزد ایں فرعونیانِ کور چشم

خوش ادا کردی تو حق چاکری
دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری
عاشقی باشد سرورِ زندگی
در جہاں بنمود قومِ عیسوی
در عرب بنمود قومِ احمدی
خوش بود از تو چنیں نام آوری
"کُنتُ کَنزاً" دید از تو باوری
میگزارند عمرِ خود در کاہلی
بے حقیقت ہست کفِ موسوی

شاد باش اے نعمت فرخ سرشت
از تو نامِ سرفروشاں زندہ شد
جنت الماوی شدہ چوں مامنت
یابد از تو احمدیت انتشار
گوہرِ آشفتہ در اعزازِ تو
تا مگر صاحبدلے وقتِ خروش
زانکہ او در کلبۂ تارِ ہموم

ہاں مبارکباد ایں روشن دلی
بر تو نازد ہر نبیؐ و ہر ولی
ہر دمے سیراب جام کوثری
چوں ز نورِ مہ زمینے روشنی
شعر گفتہ در زبانِ پارسی
در حقش بکند دعائے مخلصی
ہست اسیر و بندۂ نفسِ دنی

مُبارکباد

سیٹھ محمد غوث صاحب حیدر آباد دکن کے ایک نہایت معزز اور مخلص احمدی ہیں۔ آپ کی صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم کا نکاح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بی۔ اے مجاہد تحریک جدید سے ۱۰- اپریل ۱۹۳۹ء کو ایک ہزار روپے مہر پر پڑھایا۔ چوہدری خلیل احمد صاحب ایک صالح نوجوان ہیں۔ سلسلہ کی خدمت کے لئے فدایانہ روح ان میں کام کر رہی ہے۔ اور سیٹھ صاحب کا مقام خطبہ کے ان الفاظ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو حضور نے فرمائے۔ آپ نے فرمایا :-

"سیٹھ محمد غوث صاحب پرانے احمدی ہیں۔ ان کے تعلقات میرے ساتھ نہایت مخلصانہ ہیں۔ ان کے بچوں کے تعلقات بھی بہت اخلاص پر مبنی ہیں۔ ان کی بچیوں کے تعلقات میری بچیوں سے نہایت گہرے ہیں۔ غرض ان کے تعلقات ہمارے خاندان سے ایسے ہیں۔ کہ گویا وہ **ہمارے ہی خاندان کا حصہ ہیں**۔ ان کی بچیوں کو میں اپنی بچیاں سمجھتا ہوں۔ اس لئے نکاح گویا ہمارے ہی خاندان میں ہے۔"

یہ الفاظ سیٹھ صاحب کے خاندان کیلئے ایسے ہی ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :-

سلمان منا اھل البیت

پس اس تقریب نکاح نے سیٹھ صاحب کی اس چھپی ہوئی محبت کو جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے قلب میں تھی۔ تمام جماعت کے لئے نمایاں کر دیا۔ اس لئے بھی یہ تقریب قابل صد مبارک ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ اس تعلق کو جانبین کے لئے مبارک فرمائے۔ اور اس خاندان کی تمام نسلوں کو خاندان نبوت سے اسی طرح مربوط رکھے۔ جس طرح وہ آج ہیں۔

میں الحکم کی طرف سے دونوں خاندانوں کو صدق دل سے

مُبارکباد

پیش کرتا ہوں ؛

محمود احمد عرفانی

الحکم کے وی۔ پی آرہے ہیں۔ وصول فرماویں ؛　مینجر

میں کیونکر احمدی ہوا

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

جناب ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی کے قلم سے

(۲)

۱۹۰۴ء میں خانصاحب عجب خاں کے پاس سے فارغ ہو کر میں پھر قادیان آگیا۔ ان ایام میں ریاسی ضلع جموں میں سید ناصر شاہ صاحب مرحوم کو ایک پرائیویٹ کلرک کی ضرورت تھی۔ اور انہوں نے حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا ہوا تھا۔ کہ مجھے ایک کلرک کی ضرورت ہے۔ چونکہ میں فارغ تھا۔ اور بیکار بھی تھا۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب رضؓ نے مجھے ان کے پاس ریاسی میں بھیجدیا۔ سید صاحب نے مجھے دس روپے ماہوار اور کھانے پر ملازم رکھ لیا۔ میں کچھ عرصہ کام کرتا رہا۔ مگر میرا دل نہ لگا۔ پہاڑی سفر ہمیشہ درپیش رہتا تھا۔ اس لئے میں نے اس ملازمت کو چھوڑ دیا۔ انہی ایام میں سُنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں تشریف فرما ہیں۔ اور وہاں لیکچر بھی دینگے۔ تو حضور کی زیارت کے شوق میں ریاسی سے پیدل جموں پہنچا۔ اور وہاں سے بذریعہ ریل سیالکوٹ کے جلسہ میں شریک ہوا۔ اور پھر یہاں سے کچھ عرصہ کے لئے بھیرہ چلا گیا۔

مَیں یہ لکھنا بھول گیا۔ کہ ریاسی جانے سے قبل چند ماہ چودھری اللہ داد صاحب کے ساتھ دفتر ریویو میں بطور کلرک بھی مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ مگر اس زمانے کی کوئی خاص بات مجھے یاد نہیں رہی۔

۱۹۰۵ء

۱۹۰۵ء میں پھر قادیان واپس آیا۔ اس وقت تک مسجد مبارک کی توسیع نہیں ہوئی تھی۔ ایک صف میں چھ آدمی کھڑے ہو سکتے تھے۔ میں حضور کے ساتھ پانچوں وقت مسجد مبارک میں نمازیں ادا کیا کرتا تھا۔

مسجد مُبارک

مسجد مبارک اس وقت تین کمروں میں منقسم تھی۔ پہلے کمرے میں مولوی عبدالکریم صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے۔ دوسرے کمرے میں تین صفیں ہوتی تھیں۔ اور تیسرے میں بھی تین صفیں ہوتی تھیں

ظہر و عصر و مغرب

نماز ظہر و عصر و مغرب کے بعد حضور عموماً تقریر فرمایا کرتے تھے۔ جو خدا کے فضل سے میں بھی سنا کرتا تھا۔ چونکہ عرصہ تیس سال کا ہوگیا ہے۔ اس لئے ان تقریروں میں سے کچھ یاد نہیں۔ میں باتیں سنتا رہتا تھا۔ اور سوال نہیں کیا کرتا تھا۔ اور نہ سوال کرنے کا کبھی موقعہ ہی ملتا تھا۔

اس دفعہ مجھے کچھ عرصہ بیکار رہنا پڑا۔ میرا قیام سید محمدؐ علی شاہ صاحب مرحوم کے مکان پر تھا۔ ایک عرصہ کے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام میں کلرکی کی جگہ خالی ہوگئی۔ منشی محمدؐ نصیب صاحب جو مدرسہ کے کلرک تھے۔ وہ دفتر البدر میں ملازم ہوگئے جس کے ایڈیٹر مفتی محمدؐ صادق صاحب تھے۔ میں نے درخواست دی۔ تو مولوی محمدؐ علی صاحب نے جو سیکرٹری تھے۔ میرے انگریزی خط کا نمونہ دیکھ کر مجھے کلرک دوم کے عہدے پر دس روپے ماہوار پر مقرر کر دیا۔ اس وقت ۱۹۰۶ء کا آغاز ہو چکا تھا۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۸ء تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ مجھے میسر ہوا اس طرح حضورؑ کے قدموں میں مجھے رہنے کا وقت ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۲ء تک پہلی دفعہ ملا۔ اور پھر ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک دوسری دفعہ ملا۔ دن کو کلرکی کرتا۔ نمازوں میں شامل ہوتا۔ اور حضور کا پاک کلام سنتا۔ اور رات کو دو تین گھنٹہ پہرہ دیتا۔ الہامات اور کشوف سنتا۔ جن میں سے بعض جماعت کی کامیابی کے متعلق ہوتے۔ اور بعض دشمنوں کی ہلاکت کے متعلق ہوتے۔ مجھے حضور کے پاؤں دبانے کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔ طاعون کے لئے جو تریاق الٰہی تیار کی گئی تھی۔ اس دوائی کے بنانے میں میں بھی شامل تھا۔ اور دوست بھی شامل تھے۔

زمانہ گذرتے گذرتے گذر گیا۔ اور مئی ۱۹۰۸ء آگئی۔ حضرت صاحبؑ ظہر کی نماز کے بعد لاہور تشریف لیجانے لگے۔ تو شیر محمدؓ صاحب کی دوکان کے سامنے جو مدرسہ احمدیہ کے پاس ہے کھڑے ہو کر الہامات سنانے لگے۔ جو حضورؑ کی زندگی کے انجام کے متعلق تھے۔ آپؑ نے اس وقت الرحیل ثم الرحیل اور قرب اجلك المقدر سنایا۔ ان الہامات کے سنانے کے بعد حضورؑ موڑ تک پیدل اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں سے یکہ پر بیٹھ کر بٹالہ کی راہ لی۔ ہمکو سوقت معلوم نہ تھا کہ حضورؑ اب دنیا سے رحلت فرما جائیں گے اس دن میرا پہرہ باب الانوار کے پُل پر تھا۔ جو قادیان کے شرقی جانب ہے۔ مَیں یہاں مغرب تک پہرہ دیتا رہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

قادیان میں عشاء کے وقت حضورؑ کی وفات کی اطلاع بذریعہ تار موصول ہوئی۔ مگر ہم کو یقین نہ آیا لیکن معاً بعد لاہور سے ایک آدمی آیا۔ جس نے بتلایا کہ حضورؑ کا جنازہ آرہا ہے۔ تب ہم کو یقین ہوا۔ ورنہ ہمارا خیال تھا کہ کسی دشمن نے جھوٹی تار دے دی ہے۔

جب دن ہوا۔ تو حضور کا جنازہ باغ میں لا کر رکھا گیا۔ سب لوگوں نے حضورؑ کی آخری زیارت کی۔ اس کے بعد حضرت حافظ حاجی مولوی نورالدین صاحب بھیروی خدا کے فضل سے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے ہاتھ پر ہم سب نے بیعت کی۔

خلافت اولیٰ

خلافت اولیٰ کا زمانہ چھ سال کا تھا۔ یہ زمانہ امن کا زمانہ تھا۔ میں آپکے درسوں وغیرہ میں شامل رہا۔ آخر آپ نے بھی ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو دنیا سے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خلافتِ ثانیہ

خلافت ثانیہ کے وقت بڑا جھگڑا ہوا۔ ایک فریق خلافت کو محض حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے بُغض کی وجہ سے نہ چاہتا تھا۔ بڑا طویل جھگڑا ہوا۔ بالآخر خدا تعالےٰ کے فضل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل آپ ہی خلیفہ ثانی مقرر ہوئے۔ ۱۵ر مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ کے ہاتھ پر جماعت نے مسجد نور میں بیعت کی۔ مولوی محمدؐ علی صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ مسجد نور سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اور بیعت سے محروم ہوگئے۔ حضور کو انہوں نے چھوٹا بچہ اور ناتجربہ کار خیال کیا۔ مگر خدا کا فیصلہ یہی تھا۔ کہ وہ موجودہ خلیفہ کو اونچا کرے۔ اور اُن کے ذریعے جماعت کو ترقی دے۔ آپ کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات بھی تھے۔ مثلاً فضل عمر۔ اولوالعزم۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور آپ کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں بھی تھیں۔ اس لئے آپ بہت پھلے اور پھولے اور اب تک اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ ترقی کر رہے ہیں۔

آپ نے ہر طرف مبلغین بھیجے۔ آپ کے زمانہ میں سلسلہ کو بہت ترقی ہوئی۔ جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مخالفت بھی بڑی ہوئی۔ پیغامیوں کا زمانہ بھی دیکھا۔ احراریوں کا بھی دیکھا۔ مقدمات کا بھی دیکھا۔ خدا تعالےٰ نے اس خلیفہ کو وہ وہ نکات اور معارف دئے ہیں۔ جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میری آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ +

کچھ اپنی نسبت

قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں۔ میں کچھ تھوڑا سا اپنا ذکر اور بھی کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ بات مکمل ہو جائے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام میرے سامنے مڈل ہوا۔ اور پھر میرے سامنے ہی ہائی بھی ہوا۔ ۱۹۱۲ء تک اندرون قصبہ جہاں اب مدرسہ احمدیہ ہے رہا۔ مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ۱۹۰۸ء میں رکھی گئی۔ اسوقت اسے شاخ دینیات کہتے تھے۔

اس وقت مدرسہ احمدیہ یعنی شاخ دینیات کا کام بھی میرے ہاتھ سے نکلتا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں ہائی سکول اپنی جدید عمارت میں باہر چلا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں میں آشوب چشم سے ایک سال بیمار رہا۔ اس کے بعد ۱۴- مارچ ۱۹۱۴ء کو اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے صحت یاب ہو کر واپس ہوا۔ اور پھر ۱۹۲۵ء تک برابر کام کرتا رہا۔ اس طرح اس مدرسہ کی کل خدمت کا موقع مجھے اٹھائیس سال ملا۔ اس زمانے میں میرے کام کا معائنہ انگریز اور دیسی افسروں نے کیا۔ اور اظہار خوشنودی کیا۔ صدر انجمن کے افسروں نے بھی میرے کام کا ملاحظہ کیا۔ اور اظہار خوشنودی کیا۔ بلکہ ایک ریمارک جو جناب شیخ یعقوب علی صاحب اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ نے لاگ بک میں لکھا تھا مجھے اب تک یاد ہے۔ آپ نے میری بڑی سفارش کی۔ اس سفارش پر انجمن نے مجھے ہیڈ کلرک کر دیا۔ اور اسکے نتیجہ میں میں پچیس روپے سے چوالیس روپے تک پہنچ گیا۔ کثرت کام سے میری آنکھیں پھر خراب ہو گئیں۔ تب انجمن نے ۲۶-۱۹۲۵ء دو سال کی مجھے فرلو رخصت دیدی۔

اور پھر ۲- نومبر ۱۹۲۷ء کو بیس روپے آٹھ آنے میری پنشن مقرر کر کے مجھے سبکدوش کر دیا۔

مجھے شیخ صاحب کا یہ سلوک یاد ہے جو کبھی نہیں بھولتا یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔

میری تاریخ پیدائش اپریل ۱۸۷۷ء ہے۔ اس حساب سے میری اکسٹھ ۶۱ سال کی گذر گئی۔

دکھ سکھ میں میرا اللہ ہی یار و غمگسار ہے۔ دو سال تک میری آنکھیں بھی خراب رہیں۔ مگر اب ماہ رمضان ۱۳۵۷ھ میں اللہ نے پھر رحم کر دیا۔ اور میں لکھنے پڑھنے لگ گیا ہوں میں کبھی کبھی پنجابی۔ اردو۔ عربی میں شعر لکھتا ہوں۔ میں شاعر تو نہیں ہوں۔ مگر اپنے خیالات کو اس رنگ میں موزون کر لیتا ہوں۔ جن کا نمونہ کسی دوسرے وقت درج اخبار کر دیا جائے گا ؞

الراقم

عبد الرؤف بھیروی احمدی۔ مہاجر۔ صحابی پنشنر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۵۷ ہجری بروز ہفتہ بوقت ۱۱ بجکر ۲۸ منٹ دن ؞

ایک روایت

بقلم مرزا اسلام اللہ صاحب

یہ روایت مجھ سے مولوی نور احمد صاحب ساکن لودی ننگل نے بیان کی تھی۔ جو ناظرین الحکم کے لئے درج کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ یہ روایت ابھی تک صفحۂ قرطاس پر نہیں آئی۔ انہوں نے فرمایا۔ جن دنوں کرم دین ساکن بھیں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مقدمہ تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور میں مقیم تھے۔ ایک دن ہم نے گوشت پکایا جس میں مصالحہ تیز تھا۔ دوپہر کا وقت تھا جب ہم کھا چکے تو ہمیں سخت پیاس لگی۔ ہم بار بار پانی پیتے تھے۔ اور ہماری تشنگی نہ بجھتی تھی۔ اور بوجہ شدت پیاس کے ہماری حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔

اتنے میں ہم نے اس جگہ سے جہاں حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما تھے چیخوں کی آواز سنی۔ ہم بے اختیار دیوانہ وار اس آواز کی طرف دوڑ پڑے۔ جب ہم اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ میاں قادر بخش صاحب گہا ساکن چک ضلع امرتسر متصل فتح گڑھ بیعت کر رہے ہیں۔ اور یہ چیخیں ان کی نکل رہی ہیں۔ میں نے بھی اپنا ہاتھ میاں قادر بخش صاحب کے اس ہاتھ پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک میں تھا، رکھ دیا۔ تو مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ جیسے میں نے برف کے ڈلے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا ہے۔ میں نے ایک منٹ کے بعد اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ تو میں وہ ٹھنڈک محسوس نہیں کرتا تھا۔ جو میں ایک منٹ پہلے محسوس کر چکا تھا۔ تب میں نے دوبارہ اپنے ہاتھ کو آپؑ کے ہاتھ پر رکھدیا۔ تاکہ میں معلوم کروں کہ یہ کیا واقعہ ہے تو پھر میرے ہاتھ کو وہی ٹھنڈک محسوس ہوئی جو پہلے ہوئی تھی۔ پھر میں نے اپنے ہاتھ کو تعجب سے اٹھا لیا۔ تو پھر وہ ٹھنڈک نہ تھی۔ تیسری دفعہ پھر میں نے اپنے ہاتھ کو رکھا۔ تو وہی ٹھنڈک محسوس کرتا تھا۔ جو پہلے دو دفعہ میں محسوس کر چکا تھا۔ اور میری پیاس بھی کافور ہو چکی تھی ؞

میاں خیرایتی کی ایک روایت

گذشتہ سال جب میں سکندر آباد دکن میں حضرت والد صاحب قبلہ کے پاس گیا۔ تو انہوں نے میرے پاس ایک روایت بیان کی۔ جو ننگل باغباناں کے ایک سادہ لوح شخص میاں خیرایتی کے متعلق تھی۔ والدہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تم قادیان جاؤ۔ تو اس سے یہ روایت پوچھ کر لکھ لینا۔ یہ روایت بالکل درست اور سچی ہے۔ اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس روایت سے حضور کے اخلاق پر ایک وسیع نظر پڑتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور ایسے لوگوں سے بھی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جن سے عام لوگ بات کرنی بھی پسند نہیں کرتے۔ اور ان کی دلداری کا بڑا خیال رکھتے۔ وہاں سے واپس آکر میں نے اس واقعہ کی نسبت میاں خیرایتی سے شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی کے سامنے دریافت کیا۔ میاں خیرایتی آج تک اس واقعہ کی یاد رکھتا ہے۔ اس نے میرے کہنے پر یوں بیان کیا۔ کہ

حضرت صاحب موضع کاہلواں کی طرف سے سیر کر کے تشریف لا رہے تھے۔ اور میں اس وقت کھیت سے چھلیاں (یعنی جوار کے بھٹے) لے کر گھر کو آ رہا تھا۔ میں نے عرض کی۔ **جی ساڈے گھر چلو۔** تو حضور میری درخواست پر ہمارے گھر تشریف لے آئے۔ تو میں نے چھلیاں پیش کیں حضورؑ نے کچھ چھلیاں لے لیں۔ تب میں نے کہا۔ کہ **جی ہور لے لو** مگر حضرت صاحب نے نہ لیں۔ میں نے پھر زور دیکر کہا۔ کہ **نہ جی تسیں ہور لے لو۔** تب حضرت صاحب نے ایک ساتھی کو کہا۔ اچھا اس کی چھلیاں لے لو۔ پھر میں نے کہا کہ **جی تسیں دعا کرو۔** تو آپ نے اسی وقت ہمارے گھر میں دعا کر دی ؞

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب

کی

صاحبزادی کے نکاح کا اعلان

اور

تقریب رخصتانہ

قادیان ۱۶- اپریل- کل دوپہر کو پیر صلاح الدین صاحب۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ابن جناب پیر اکبر علی صاحب ایڈووکیٹ ایم۔ ایل۔ اے کی برات فیروزپور سے موٹروں میں آئی۔ برات جو قریباً اسی افراد پر مشتمل تھی۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی کوٹھی "الصفہ" میں فروکش ہوئی۔ بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی صاحبزادی امۃ اللہ بیگم صاحبہ کے نکاح کا پیر صلاح الدین صاحب کے ساتھ اڑھائی ہزار روپیہ مہر پر اعلان فرمایا۔ اور موقعہ کے مناسب حضور نے نہایت لطیف خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے بعد حضور نے مجمع سمیت دعا فرمائی۔

بعد نماز مغرب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی درخواست پر براتیوں کے ساتھ ان کے ہاں کھانا تناول فرمایا بعد نماز عشاء جناب مولوی عبد الرحیم صاحب نیر نے بذریعہ میجک لینٹرن براتیوں میں لیکچر دیا۔

آج ۹ بجے صبح تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ اس موقعہ پر حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بہت سے مقامی اصحاب کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ حاضرین کی چائے مٹھائی اور پھل سے تواضع کی گئی۔ اور پھر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام حاضرین سمیت دعا فرمائی۔

جماعت احمدیہ میں جہاں حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کے خاندان کو خصوصیت حاصل ہے۔ اپنے اخلاص اور محبت کے باعث جناب پیر اکبر علی صاحب اور ان کا خاندان بھی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان دونوں خاندانوں میں رشتہ داری نہایت ہی مبارک امر ہے۔ اور دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس تعلق کو اپنے فضل و کرم سے ہر طرح مبارک و باعث خیر بنائے۔

پیر صلاح الدین صاحب بی۔ اے ایک دیندار مخلص اور قابل احمدی نوجوان ہیں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے ہر فرد سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔ خدمت دین کا بڑا شوق ہے۔ اور اسمیں مصروف رہتے ہیں۔ ہم انہیں اور ان کے تمام خاندان کو صمیم قلب سے مبارکباد کہتے ہوئے امید رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے جوان پر اس رنگ میں جو فضل اور انعام کیا ہے۔ اسکی انہیں پوری پوری قدر کر کے اپنے آپ ان شکرتم لازیدنکم کے مصداق بنینگے ؞ (الفضل)

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ

سوانح حیات حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسملؔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرتبہ مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل

(۹)

ریاست رامپور کے کتب خانہ میں سرقہ

ایک دفعہ ریاست رامپور کے کتب خانہ میں سے چند کتابیں قلمی اور ایک قرآن شریف جو نادر روزگار تھا۔ ایک چور جونپور کا چرا کر لے گیا۔ اور اس نے وہ کتابیں خدا بخش خاں وکیل عظیم آباد پٹنہ اور نواب الطاف علی خاں صاحب رئیس اعظم پٹنہ کے پاس فروخت کیں۔ خاکسار کو منجانب ریاست ان کتابوں کی تلاش کے واسطے روانہ کیا گیا۔ میں لکھنؤ ہوتا ہوا حیدر آباد پہنچا۔ کلکتہ گیا۔ کتب خانہ آصفیہ کو دیکھا۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کا کتب خانہ دیکھا۔ گھومتا گھامتا عظیم آباد پٹنہ میں پہنچا۔ اس وقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانحعمری لکھ رہا تھا۔ جہاں جاتا اس بہانے سے کہ میں حضرت علیؓ کی سوانحعمری لکھ رہا ہوں، کتب خانوں کو دیکھتا بھالتا۔ نواب الطاف علی خاں صاحب کے کتب خانے کو بھی دیکھا۔ تو میری نگاہ میں ایک کتاب پڑی۔ جس کا نام حسن و عشق تھا نواب کلب علی خاں صاحب نے بڑے اہتمام کے ساتھ الٰہی بخش مرجان رقم خوشنویس رامپور سے لکھوائی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو دیکھ کر گو اس کی جلد اُکھاڑ کر بدل دی تھی۔ اور مرجان رقم کا نام بھی اس پر سے مٹا دیا گیا تھا۔ مگر چونکہ میرے ہاتھ سے کئی دفعہ نکل چکی تھی۔ فوراً پہچان لیا۔ ایک دن اسی اثناء میں کہ میں خدا بخش خاں صاحب وکیل کے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا کتابیں دیکھ رہا تھا کہ تحویلدار نے مجھے ایک قرآن بڑا خوشخط دکھایا۔ میں نے کہا چند روز ہوئے میں نے ایک شخص کے پاس ایک قرآن دیکھا تھا جو نہایت ہی مطلّا اور مذہب تھا۔ اس سے یہ اچھا نہیں۔ تحویلدار نے جواب دیا۔ کہ میں نے بھی دیکھا تھا اور مجھے بھی معلوم ہے جہاں ہے۔ میں نے پوچھا۔ کہاں ہے۔ اس نے کہا میں یہ نہیں بتا سکتا۔ میرا شبہ قوی ہو گیا۔ کہ وہ قرآن شریف مع ستون مجالس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی۔ کہ جو نہایت خوشخط تھی۔ اور یاقوت مستعصمی کے لکھے ہوئے صد کلمات جو ریاست رامپور کے کتب خانہ سے چوری ہو چکے ہیں۔ وہ بھی یہیں کہیں ہیں۔ میں نے بذریعہ تحریر نواب حمید الظفر خاں صاحب بہادر کی خدمت میں جو اس وقت نائب مدار المہام ریاست تھے۔ اور جنہوں نے مجھ کو بھیجا ہوا تھا، رپورٹ بھیجی۔ اس پر نواب صاحب نے مجھکو رامپور میں واپس بُلا لیا۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ چور جونپور کا جس نے کتابیں چرائی تھیں گرفتار ہو کر ریاست میں آ گیا ہے۔ اس نے بعد گرفتاری بیان دیا۔ کہ میں نے یہ کتابیں خدا بخش خاں صاحب وکیل کے پاس فروخت کی تھیں۔ منجانب ریاست ڈمی آفیشل کارروائی شروع ہو گئی۔ نواب الطاف علی خاں صاحب نے اقبال کیا۔ کہ ہاں وہ کتاب حسن و عشق میرے پاس ایک شخص ۳۰ روپیہ میں بیچ گیا ہے۔ اس لئے نواب صاحب نے حکم دیا کہ مولوی عبید اللہ کو توال امداد حسین کے ساتھ جا کر عظیم آباد پٹنہ میں شناخت کرے کہ وہی کتاب ہے؟ چنانچہ میں کوتوال امداد حسین کے ساتھ عظیم آباد پٹنہ پہنچا۔ نواب الطاف علی خاں صاحب نے تیس روپے لے کر وہ کتاب امداد حسین کوتوال کے سپرد کر دی۔ کوتوال نے مجھ سے پوچھا کیا یہی کتاب ہے؟ میں نے کہا ٹھیک یہی کتاب ہے۔ ثبوت مقدمہ کے واسطے مالِ مسروقہ کا برآمد ہونا کافی تھا۔ ہم دونوں عظیم آباد پٹنہ سے واپس ہوئے۔ آرے کے سٹیشن پر مولوی شبلی صاحب سے ملاقات ہوئی جو الٰہ آباد کو جا رہے تھے۔ مجھ کو دیکھکر کہنے لگے۔ آہا مولوی عبید اللہ معلوم ہوتا ہے۔ تم عظیم آباد پٹنہ سے آئے ہو۔ میں اس وقت عظیم آباد پٹنہ میں ہی تھا۔ کہ ریاست رامپور کے کتب خانہ کی کتابیں لے کر چور خدا بخش خاں وکیل کے پاس پہنچا۔ چونکہ خدا بخش صاحب نوادرات کے بہت ہی دلدادہ ہیں۔ میں نے ہرچند ان سے کہا۔ کہ یہ ایک علم دوست نواب کے کتب خانہ کی چیزیں ہیں۔ آپ ان کو نہ مول لیں۔ مگر اس نے ان کو خرید لیا۔ میں نے کوتوال صاحب سے کہا کہ آئیے مولوی صاحب سے ملاقات کیجئے۔ وہ مصافحہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ چاہتے تھے کہ انٹرڈیوس ہو۔ کہ میں نے مبادرت کر کے مولوی صاحب سے کہا۔ کہ ہاں حضور پھر آپ نے خدا بخش صاحب کو منع نہ کیا کہ وہ ان کتابوں کو لیتے۔ فرمانے لگے۔ ہاں منع تو بہت کیا تھا۔ لیکن وہ ایسی کتابوں کے نہایت دلدادہ ہیں خصوصاً قلمی نسخوں کے۔ انہوں نے میری بات پر توجہ نہ کی۔ میں نے کہا۔ تو مولوی صاحب آپکو شہادت دینی پڑے گی۔ کہنے لگے نہیں نہیں میں نے کہا۔ لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمھا فانہ اٰثم قلبہ۔ چیں بجبیں ہو کر فرمانے لگے۔ ابھی جب ضرورت بھی ہو۔ کہ اتنے میں ریل کی سیٹی ہو گئی۔ مولوی شبلی صاحب اور میں ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اور امداد حسین کوتوال ایک علیحدہ گاڑی میں۔ بیٹھتے ہی فرمانے لگے۔ کہ دیکھو مولوی عبید اللہ عبد السلام صاحب جج اور بنّے میاں سے جا کر اس بات کا تذکرہ نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت میں اس کو کس طرح چھپا سکتا ہوں۔ میرے ساتھ کوتوال انہی کتابوں کی تلاش میں نکلا ہوا ہے۔ شبلی صاحب فرمانے لگے۔ غضب ہو گیا۔ تم نے پہلے کیوں نہ کہا۔ کہ میں اس کے پاس ذکر ہی نہ کرتا۔ میں نے کہا، مولوی صاحب اب تو یہ بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ یہ میری ان کی گفتگو مغرب کی نماز کے بعد ہوئی۔ مولوی صاحب دوسرے سٹیشن پر جہاں گاڑی جا کر چند منٹ کے لئے ٹھہری تھی۔ سر برہنہ میرے پاس سے اٹھکر امداد حسین کوتوال کی گاڑی میں جا کر کہنے لگے۔ بھائی امداد حسین دیکھیو میرا ذکر بنّے میاں صاحب (یعنی حمید الظفر خاں صاحب) کا یا کسی سے نہ کرنا۔ امداد حسین نے لمبی ہوں کر کے ٹال دیا۔ گاڑی میں واپس آکر فرمانے لگے۔ وہ تو کچھ بولتا چالتا نہیں۔ لیکن بھئی تم نے نہ کہنا۔ میری تمہاری ملاقات ہی۔ میرے مونہہ سے نکلا۔ جناب بھاڑ میں جائے ایسی ملاقات۔ کہ تمام کتب خانہ کے ناکردہ گناہ ملازم اسوقت زیرِ عتاب ہیں۔ ان کی آپ کی گواہی سے گلوخلاصی ہوتی ہے۔ اور آپ انکار کرتے ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! ہاتھی کے دانت دکھانے کے اَور۔ اور کھانے کے اَور۔ قریب تھا۔ کہ ابھی اور میری تُو تُو میں میں ہو جاتی۔ کہ میں اُن کے قریب سے اُٹھ کر ایک فاصلہ پر بنچ پر جا بیٹھا۔ آگے گاڑی بدلتی تھی۔ وہ الٰہ آباد کو تشریف لے گئے۔ اور ہم رامپور کو آ گئے۔ آٹھ بجے رات کے رامپور پہنچے۔ کوتوال صاحب کتاب لے کر کوتوالی کو چلے گئے۔ اور میں اپنے گھر کو چلا گیا۔ صبح کو مجھے نہانے دھونے اور کپڑے بدلنے میں دیر ہو گئی امداد حسین کوتوال مجھ سے پہلے پہنچ کر بنّے میاں صاحب اور عبد السلام خاں صاحب کے مواجہ میں وہ کتاب پیش کر کے کہنے لگا۔ حضور وہ قرآن شریف اور دیگر کتابیں بھی برآمد ہو گئیں۔ عبد السلام صاحب نے پوچھا۔ کس طرح؟ کہنے لگا خدا بخش خاں وکیل نے وہ کتابیں مولوی شبلی صاحب کے مواجہ میں چور سے خریدی تھیں۔ اور شبلی صاحب اس کے گواہ ہیں۔ عبد السلام خاں صاحب بنّے میاں خانصاحب کے بہنوئی علاقۂ انگریزی میں سشن ججی کے عہدہ پر مامور تھے۔ اور ان دنوں بحصول رخصت رامپور تشریف رکھتے تھے۔ بے ساختہ اُچھلکر کہنے لگے اگر شبلی صاحب گواہی دیدیں۔

تو ہم خدا بخش خاں صاحب وکیل کے گلے میں ہاتھ ڈالکر کتابیں نکال لیں۔ امداد حسین خاں تم فوراً الہ آباد چلے جاؤ۔ ایک اپنے دوست جج کا نام بتایا۔ کہ ان کے سامنے مولوی شبلی صاحب سے بیان لیلو۔ وہ رخصت ہو کر نکلا تھا۔ کہ میں بنے میاں صاحب کی خدمت میں اپنی رپورٹ عرض کرنے کے لئے پہنچ گیا۔ عبد السلام خاں صاحب میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ مولوی عبید اللہ تمہارا یہ سفر تو بڑا مبارک ہوا۔ کہ قرآن شریف بھی اور کتابیں بھی برآمد ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہاں سے؟ کہنے لگے۔ خدا بخش وکیل نے شبلی صاحب کے سامنے لیں۔ شبلی صاحب گواہ ہیں۔ میں نے کہا بے شک بشرطیکہ مولوی شبلی صاحب گواہی دے دیں۔ کہنے لگے نہیں امداد حسین کے رُوبرو انہوں نے اقرار کیا ہے۔ میں نے کہا۔ امداد حسین کی نہ ان کی ملاقات، میں نے ملاقات کرائی تھی۔ شبلی صاحب امداد حسین کو کیا جانیں۔ جب امداد حسین مجھ سے علیحدہ ہو گئے تو مجھ سے شبلی صاحب نے یہ کہا تھا۔ کہ دیکھو میں ہرگز گواہی نہیں دوں گا۔ تم نے رامپور میں میرا ذکر نہ کرنا چنانچہ اس پر میں نے یہ آیت بھی پڑھی تھی کہ لا تکتموا الشہادۃ۔ شبلی صاحب نے تو کہا تھا۔ کہ جب ضرورت بھی ہو۔ میں خدا بخش صاحب کے خلاف گواہی نہیں دوں گا۔ اور مجھ سے ناراض بھی ہو گئے۔ میں نے کہا مسلمان مبتلائے مصائب ہیں۔ آپ کی گواہی سے بچ سکتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں نہیں مولوی عبید اللہ شبلی صاحب کبھی جھوٹ بولنے والے نہیں۔ میں نے کہا میں بحث نہیں کرتا۔ لیکن وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ گواہی نہیں دینگے عبد السلام صاحب کہنے لگے۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ میں نے کہا خدا کرے ایسا ہی ہو۔ یہ کہہ کر میں چلا آیا۔

اس کے چوتھے دن امداد حسین خاں کوتوال الہ آباد سے آگیا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ میں حسب الامر فلاں مجسٹریٹ صاحب کی کوٹھی پر پہنچا۔ اور شبلی صاحب کو بُلوایا۔ ان سے کتابوں کے متعلق گفتگو آئی۔ فرمانے لگے۔ کیسی کتابیں؟ میں نے کہا۔ جو مولوی عبید اللہ کے روبرو آپ نے بیان کی تھیں کہنے لگے ہاں وہ حضرت علیؓ کی سوانح عمری لکھ رہے ہیں۔ اور میں حضرت عمرؓ کی۔ انہوں نے کہا تھا فلاں کتاب ملتی نہیں۔ میں نے کہا خدا بخش خاں وکیل کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ میں نے حضرت علی رضؓ کے متعلق چند کتابوں کا ذکر کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا۔ کتب خانہ ریاست رام پور میں موجود ہیں۔ تمہیں تو ان باتوں کا ہوش ہی نہیں تھا۔

جب آ کر امداد حسین نے بنے میاں اور عبد السلام خاں صاحب سے یہ بیان کیا۔ تو اس کے دوسرے روز میں بنے میاں صاحب کی کوٹھی پر گیا۔ جہاں اکثر جایا کرتا تھا۔ کیونکہ اُن کے صاحبزادے اور بنے میاں صاحب کا صاحبزادہ دونوں مجھ سے ایف۔ اے کورس پڑھا کرتے تھے۔ مجھ کو دیکھکر کہنے لگے۔ بھئی مولوی عبید اللہ تم سچے نکلے۔ افسوس افسوس افسوس ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت مے روند آں کار دیگر مے کنند

یہ شعر پڑھا۔

غرض وہ قرآن شریف اور کتابیں نہ ہی ملیں ؛

مولانا حالی سے ملاقات

منشی امیر احمد صاحب امیرؔ مینائی جو نواب کلب علی خانصاحب والئے ریاست رام پور کے استاد اور شاعری میں مسلم الثبوت تھے۔ انہوں نے امیر اللغات لکھی۔ ردیفِ الفِ ممدودہ بڑے اہتمام سے چھپوائی۔ منشی محمد احمد صاحب اپنے خلف الصدق کو دہلی میں بھیجا۔ اور کہا کہ مولانا الطاف حسین صاحب حالی کی خدمت میں پیش کرو۔ تاکہ آپ اس پر ریویو لکھیں۔ میں نے بھی انہی دنوں دہلی آنا تھا۔ منشی محمد احمد صاحب کہنے لگے کیسا اچھا ہے کہ الطاف حسین صاحب سے ملاقات ہو۔ اور سفر اکٹھا کٹ جاتے۔ ہم دونوں دہلی میں حالی صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اور امیر اللغات پیش کی گئی۔ حالی صاحب نے ایک نظر ڈال کر ارشاد فرمایا۔ منشی صاحب نے بہت محنت کی ہے فرہنگِ آصفیہ سے بھی اچھی کتاب ہے۔ مگر اردو میں لوچ اور لچک اس وقت پیدا ہوگی۔ جبکہ عربی اور فارسی کے سنگریزے نکال دئے جائیں۔ اور بجائے اس کے سنسکرت اور بھاشا کی زبان اُردو میں پیر جائے۔ منشی محمد احمد صاحب یہ سنکر کبیدہ خاطر ہو گئے۔ لیکن میری زبان بے جگہ چھِدی ہوئی تھی میں نے عرض کیا۔ کہ عربی زبان کی شاعری میں جہانتک دیکھا جاتا ہے۔ مرد عورت پر عاشق ہوتا ہے۔ فارسی خنثیٰ ہے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ مرد عاشق ہے یا عورت عاشق ہے۔ اور سنسکرت سے تو میں واقف نہیں۔ البتہ بھاشا کی ٹھمریاں سن کر اس قدر معلوم ہوا ہے۔ کہ بھاشا کی شاعری میں عورت مرد پر عاشق ہوتی ہے۔ نفس الامر میں مردانہ زبان سخت کرخت ہے۔ اور زنانہ زبان لوچ اور لچکدار ہے۔ جب تک اردو۔ عربی اور فارسی کے ماتحت رہے گی۔ ایک جوہر جلادت و شجاعت اسمیں باقی رہے گا۔ مگر ساتھ ہی کرختگی بھی رہے گی۔ بیشک جب تک زنانہ زبان کے الفاظ اردو میں آکر نامردی نہیں پیدا کریں گے۔ تب تک

اُوئی اللہ میں مرگئی لوگو

عربی اور فارسی کہاں پیدا کر سکیں گے۔ حالی صاحب خاموش ہو کر رہ گئے۔

چند سال کے بعد جب دیوناگری اور اردو کا سوال گورنمنٹ میں پیش ہوا۔ اور گورنمنٹ یوپی بھی اس پر آمادہ ہو گئی۔ کہ دفاتر میں رسم تحریر دیوناگری ہی مناسب ہے۔ چنانچہ کماؤں کے اضلاع میں رسم تحریر اردو کا ہٹا کر دیوناگری کو جاری کر دیا گیا۔ تو اس وقت یہ بحث معرکۃ الآراء ہو رہی تھی۔ میں دہلی میں اتفاق سے آنکلا۔ اور حالی صاحب کی ملاقات کو گیا۔ ان کی محفل مبارک میں اس بات کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ کہ پہلے فارسی کو ذبح کیا گیا تھا۔ اور اب اردو کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں نے ہنس کر عرض کیا۔

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تُست

فرمانے لگے۔ مجھ پر کیسا الزام؟ میں نے کہا ؎

جوت ہے تیری جل اور تھل میں
باس ہے تیری پھول اور پھل میں

(جوت بمعنے رنگت اور باس بمعنے خوشبو)

جناب ہی نے تو ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جب تک اردو میں سنسکرت اور بھاشا کے الفاظ پیر نہ جائیں۔ تب تک اس میں لوچ اور لچک نہ آئے گا۔ اب لوچ اور لچک آپ کے حسب منشاء گورنمنٹ پیدا کر رہی ہے۔ آپ اس میں کیوں مزاحم ہوتے ہیں۔ جب میں اٹھنے لگا۔ تو باوجود پیرانہ سالی کے حالی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے بھئی بات تو تم نے ٹھیک کہی ؛

ایک بہائی سے گفتگو

ایک دفعہ ریاست رام پور میں ایک بہائی مسمّی بہ نور الدین آگیا۔ مجھے احمد حسین صاحب بی۔ اے علیگ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول رام پور کہنے لگے چلو اس کو دیکھ آئیں۔ وہ صاحبزادہ چھٹن صاحب بہادر کے مکان پر ٹھیرا ہوا تھا۔ جس وقت ہم دونوں وہاں پہنچے۔ تو وہ چند اکابریں کے مجمع میں بہاء اللہ کے عہدہ کی نسبت تقریر کر رہا تھا۔ اور یہ شعر اس کی زبان پر جاری تھا ؎

روا باشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

یعنی جب اَنا اللہ ایک درخت کہہ سکتا ہے۔ تو ایک نیک بخت آدمی بھی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مراد اس کی یہ تھی۔ کہ اگر بہاء اللہ بھی اَنا اللہ کہتا ہے۔ تو ایسا ہی کہتا ہے۔ مجھے احمد حسین صاحب نے اپنی کہنی سے چھیڑا۔ کہ کچھ کہو۔ میں نے کہا کہ صاحب ایک عرض کرتا ہوں اگر اجازت ہو۔ کہنے لگے ہاں۔ ہاں خوشی سے۔ میں نے کہا۔ جب خدا بعض اجسام میں حلول کرتا ہے۔ تو وہ لوگ اپنا عجز کیوں ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان کی قدرت کیوں سلب ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ پٹ کر جاتے ہیں۔ نمرود نے کہا اَنا اُحیی و اُمیت۔ تو کہتے ہیں۔ اُسکو خشّ (جس کو علتِ نمرودی بھی کہتے ہیں) کا مرض دماغ میں پیدا ہو گیا۔ جس سے اس کا دماغ کھجلانے لگا۔ جب تک اس کے سر پر جُوتے نہیں پڑتے تھے اُسے چین نہیں آتا تھا۔ حتیٰ کہ اسی طرح پٹتے پٹتے اس کی جان جاتی رہی۔ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہا۔ اور غرق بحیرۂ قلزم ہو گیا۔ رام چندر نے دعویٰ کیا۔ اور راون نے ان کی بیوی کو ورغلا لیا۔ کرشن کی نسبت کہتے ہیں کہ انہوں نے اوتار ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو سانپ نے ان کو ڈسا۔ مسیح کی نسبت خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ ہوا۔ اور وہ صلیب دیا گیا۔ حضرت علیؓ کی نسبت نصیریہ نے ایسا ہی خیال منسوب کیا۔ اور عبد الرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھ سے سر پر تلوار کھائی۔ حضرت امام حسین کی نسبت شیعہ نے اسی کے قریب قریب خیال کیا۔ اور کربلا میں سر کٹ گیا۔ منصور نے اَنا الحق کہا۔ اور اُلٹی کھال کھچوائی گئی۔ کیوں خدا نبیوں کو نہیں بھیجتا۔ جن کے متعلق کتب اللہ لاغلبن انا و رُسلی کا وعدہ ہے۔ حضرت موسیٰ آئے تو فرعون کو غرق کر دیا۔ حضرت ابراہیم نے نمرود کو۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام کفار کو ملیا میٹ کر دیا۔ جب نبی بہتر کام کر سکتا ہے۔ تو خود خدا کو تشریف لانیکی کیا ضرورت ہے۔ میرے اس کہنے پر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ایک رات کو نواب صاحب کے دربار میں نور الدین موجود تھا۔ میں بھی اتفاقاً نواب صاحب کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ نواب صاحب نے نور الدین سے پوچھا کہ تم بہاء اللہ میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا فرق کرتے ہو۔ اور اے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ماتحت سمجھتے ہو یا نہیں۔ اور دونوں کے رُتبہ میں کیا امتیاز کرتے ہو۔ نواب صاحب کی غرض اسوقت یہ تھی کہ

عبید اللہ حضرت مسیح موعود کی نسبت کے۔ تو ان دونوں کا باہمی مباحثہ شروع ہو جائے) نور الدین بیساختہ کہنے لگا۔ ہم بہاء اللہ کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم رُتبہ سمجھتے ہیں۔ نواب صاحب نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عبید اللہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا حضور ایک ذات کی گستاخی کے واسطے شاہ ایران کو خدا تعالےٰ نے اس کے بیٹے کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ اس نے کہا تھا کہ نبیٔ عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ کیونکہ نبیٔ عرب نے **من محمد رسول اللہ الیٰ کسریٰ العجم** لکھا تھا۔ نبیٔ عرب نے میری گستاخی کی ہے۔ اس واسطے گرفتار کر کے میرے دربار میں لانا چاہیئے لیکن خدا تعالےٰ نے اس ذاتِ بابرکات کو کسریٰ کی گرفت سے محفوظ رکھا۔ اور کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ اور کسریٰ کی مراد پوری نہ ہوئی۔ اور محمد شاہ قاچار شاہ ایران نے بہاء اللہ کو گرفتار کیا۔ اور سجن اعظم میں رکھا اور ناصر الدین شاہ نے اسکو ایران سے نہایت رُسوائی کے ساتھ بحالت قید ترکوں کی قید میں دے دیا۔ اور عکہ میں ایک مدت تک قیدخانہ میں رہا اور وہیں مر گیا۔ مساوات تو اسی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ نواب صاحب کہنے لگے۔ بہت معقول۔ بہت معقول۔ بہت معقول تین دفعہ کہا۔ اس پر نور الدین کہنے لگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی تو قید میں رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ہم حضرت یوسف علیہ السلام کو کب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مساوی سمجھتے ہیں۔ ان کو بھی تو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اسی محفل میں مولوی علی رضا شیعہ بولا۔ کہ مرزا صاحب بھی دعوئی فصاحت و بلاغت رکھتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کی کتابیں دیکھی جاتی ہیں۔ تو ان میں بھی دعوئی فصاحت و بلاغت ہے۔ وہ بھی کہتا ہے کہ میرے کلام کا کوئی جواب نہیں لکھ سکتا۔ میں نے کہا کتب خانہ سرکاری میں بہاء اللہ کی اکثر تصنیفات موجود ہیں۔ منگوا کر دیکھ لیا جائے۔ کہ سوا اپنے قید ہونے اور مصائب پر رونے کے اور کیا لکھا گیا ہے۔ خدا کی ہستی پر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر۔ ابطال تناسخ پر۔ بعث و نشر کے ثبوت پر۔ ردِّ تثلیث پر جو ادلّہ و براہین فصاحت و بلاغت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ بہاء اللہ کی تصنیفات میں کہاں ہیں۔ بہاء اللہ کی فصاحت و بلاغت مقامات بدیعی اور مقامات حریری سے کیا فوقیت رکھتی ہے۔ مگر مقامات حریری۔ مقامات بدیعی۔ اطباق الذہب۔ اطواق الذہب اور مقامات ہندی وغیرہ کتب کو دیکھ لیا جائے۔ جو فلسفہ الٰہیات حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں ہے وہ ان میں کہاں ہے۔ بے شک یہ تمام تصانیف مسجع و مقفّیٰ ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف ادلّہ و براہین سے مملو ہیں۔ اور یہ کتابیں ان سے خالی ہیں۔ اس پر انصار حسین بول اٹھا۔ کہ واقعی مرزا صاحب کی تصانیف میں یہ خوبی ہے۔ مرزا صاحب کی تصانیف میں فصاحت و بلاغت بھی ہے۔ اور فلسفیانہ رنگ بھی۔ بہاء اللہ نے صرف اپنا رونا رویا ہے۔ مرزا صاحب کے کلام کے ساتھ اس کے کلام کی کوئی نسبت ہی نہیں ؏

نظم

از جناب ڈاکٹر منظور احمد منظور بھیروی
(مالک شفاخانہ دلپذیر قادیان)

ساقیا تو میری دنیا کو بدل جانے دے
شمعِ ناز پہ پروانے کو جل جانے دے

میں رہوں کیوں نہ فدائے رہِ جاناں ہو کر
اس کے کوچے میں مجھے سر ہی کے بل جانے دے

مجھکو انجام مخالف کا نظر آتا ہے
تیر تقدیر کا ٹلتا ہے تو ٹل جانے دے

جو بھی تدبیر وہ کر سکتا ہے کر لینے دے
جتنے کانٹے ہیں مخالف کے نکل جانے دے

رات بھر وہ بھی تو جل جل کے سحر کرتی ہے
صورتِ شمع میرے دل کو بھی جل جانے دے

دیکھ ہر بات میں تقلید نہ کر مغرب کی
کفر و الحاد کے اقبال کو ڈھل جانے دے

درسِ اسلام کی تفسیر سراپا ہو جا
وہ جو بدنام کریں ایسے عمل جانے دے

بزمِ عالم پہ نہ چھا جاؤں تو مجھکو کہنا
کچھ طبیعت میری منظورؔ سنبھل جانے دے

یہ نمبر ۱۳-اپریل کا نمبر ہے

الحکم کے کاتب کے چلے جانے اور نئے انتظام کی دقتوں کی وجہ سے ترتیب درست نہ رہ سکی اگلی ترتیب درست کرنے کے لئے اس نمبر کو ۲۱-اپریل کی تاریخ پر شائع کیا جا رہا ہے۔ اس نمبر کی کمی میں انشاء اللہ سیرت نمبر میں پوری کر دونگا ؏

محمود احمد عرفانی

الحکم کا سیرت مسیح موعودؑ نمبر

الحکم کا سالہا سال سے یہ دستور رہا ہے۔ کہ وہ

۲۶ - مئی

کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر خاص نمبر شائع کیا کرتا ہے۔

حسب معمول اس سال بھی الحکم کا

خاص نمبر

شائع کیا جائے گا۔ جو احباب اس نمبر کو خریدنا چاہتے ہوں۔ وہ مہربانی کر کے جتنے نمبر لینا چاہیں۔ ان کی اطلاع ابھی سے دیدیں۔

تاکہ

ان کے لئے اس قدر کاپیاں محفوظ رکھی جائیں

اخبار کم از کم چالیس ۴۰ صفحوں کا ہوگا۔

قیمت فی کاپی ۴؍ ہوگی

تمام درخواستیں

بنام

منیجر اخبار الحکم قادیان آنی چاہئیں

پروں والا دیو

سیلون کے رہنے والوں کے پاس ایک تاریخی صحیفہ ہے جس میں نظم کی صورت میں سیلون کی قدیم تاریخ لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ۲۴ صدی پیشتر کی ہے۔ اس صحیفہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مہاتما بدھ نے اس جگہ کا سفر کیا تھا۔ تاکہ خود وہاں جا کر اپنی تعلیم پھیلائیں۔ اور یہ سرزمین کسی زمانے میں بوجہ زرخیز ہونے کے بہت آباد تھی۔ اور ہزارہا منہدم شدہ مندر اور مصنوعی تالاب اس بات کے شاہد ہیں۔ کہ یہاں ہر جگہ آبادی تھی۔

لیکن بعد میں یہ "پاک جزیرہ" متعدی بیماریوں کی وجہ سے غیر آباد اور ویران ہو گیا تھا۔ ملک سیلون کے باشندے اور ان کے بعد پرتگالی اور ڈچ لوگ اور پھر انگریزوں کو بیماریوں کی وجہ سے سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۶۴۷ء میں ڈچ لوگوں نے سیلون کا ایک نقشہ شائع کیا۔ جس میں علاقہ کا بیشتر حصہ خالی چھوڑا ہوا تھا۔ یہ اس لئے نہیں تھا۔ کہ کسی سیاح نے اس کو دریافت نہ کیا تھا۔ بلکہ صرف اس لئے کہ یہ علاقہ "بوجہ بیماری کے ویران" ہو گیا تھا۔ سیلونیوں کی تاریخ بتاتی ہے۔ کہ دھاما بادشاہ کے عہد میں (۲۳۶ء) اس ملک کے باشندوں میں اس قدر بیماری پھیل گئی۔ کہ چاول کی کاشت عرصہ تک نہ ہو سکی۔ اور قحط و بدحالی نے ملک کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس بیماری کی وجہ ایک "پروں والا دیوتا" قرار دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے "پدروحوں کے ناچ" کے ذریعہ اُسے دور کرنا چاہا۔ سیلونی لوگوں کے نزدیک ان کی خوشحالی واپس نہیں آسکتی۔ جب تک وہ "پروں والا دیوتا" مر نہ جائے۔

جب کوئی شخص پڑھتا ہے۔ کہ کس پیمانے پر سیلون کی حکومت ملیریا کے مچھروں سے مصروف بہ جنگ ہے۔ تو وہ آج سے اٹھارہ صدیاں بعد یہ امید کر سکتا ہے۔ کہ اس "پروں والے دیو" کی موت کے دن قریب ہیں۔

اس کے علاوہ مناسب مقامات پر بہت سے ہسپتال قائم ہو چکے ہیں۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ چھ ماہ کے اندر کونین کی کافی مقدار تقسیم کی جا چکی ہے۔ جو بطور احتیاط کے بھی استعمال ہو رہی ہے اور بطور علاج کے بھی۔

ملیریا کمشن آف لیگ آف نیشنز اس بات کی سفارش کرتا ہے۔ کہ ملیریا کے موسم میں ۶ گرین روزانہ اور علاج کے موقعہ پر ۱۵ سے ۲۰ گرین کونین ۵ سے ۷ دن میں کھانی چاہیئے ؎

تلاش رشتہ

مجھے اپنی ماموں زاد بہن کے لئے جو احمدی ہے۔ اور پڑھی لکھی ہوئی ہونے کے علاوہ امور خانہ داری میں ہر طرح سلیقہ مند ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکا برسر روزگار اور شریف احمدی ہونا چاہیئے۔ ضرورت منداحباب خط و کتابت مجھ سے فرمائیں۔

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان